

Zamane Ki Chaal

[آج جو کہانی میں آپ کو سنانے لگی ہوں وہ میرے دل کے قریب ہے کیونکہ اس ایک بے وفا لڑکی نے میرے پورے بنستے بستے گھر کو برباد کر دیا۔ وہ گھر جہاں ہر دم خوشی کا راج تھا اب وہاں پر صرف ویرانی بستی تھی۔ آج کل کے اس دور میں بھی ہمارے گھرانوں میں رشتوں کی خوب پہچان تھی۔ والد، تایا، چچا سبھی اکٹھے، ایک حویلی نما گھر میں رہتے تھے۔ بنیادی طور پر تو ہم بھی اس گھر کو اپنا گھر سمجھتے تھے جو گائوں میں تھا۔ تعلیم حاصل کرنے ہم شہر آگئے تھے۔ شہر میں بھی ہمارا اپنا بڑا سا مکان تھا لیکن گائوں ہمارے لئے جنت سے کم نہیں تھا۔ ہم سب کزن ان دنوں شہر والے گھر میں تھے کہ سبھی زیر تعلیم تھے تاہم جو نہی کوئی چھٹی آتی، ہم فوراً گائوں پہنچ جاتے۔ ہمارے ارد گرد رشتوں میں محبت کی خوشبو جنم دن سے رچی بسی ہوئی تھی۔ میرا بھائی اعظم اور میں ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے، ہم دونوں، ہم شکل، جڑواں بہن بھائی تھے، تبھی ہم میں دوستی کا رشتہ تھا۔ نہ تو اعظم مجھ سے کوئی بات چھپاتا تھا اور نہ میں اسے اپنا کوئی راز مخفی رکھ سکتی تھی۔ جڑواں ہونے کے باعث ہم میں بہت سی عاداتیں مشترک تھیں۔ میرا ایک چھوٹا بھائی عاصم تھا۔ وہ ہم سے چھ برس چھوٹا تھا۔ میری اعظم سے خوب بنتی تھی۔ اگر اختلاف تھا تو اس بات پر کہ وہ خاموش طبع تھا میں شوخ طبع اور باتونی تھی۔ اس کے چہرے پر چھائی سنجیدگی اسے باوقار بناتی تھی وہ مجھ سے بڑا لگتا تھا۔ اس کے باوجود اس کی صورت پر معصومیت برستی تھی۔ ہماری بھی لڑائی ہو جاتی تب وہ مجھ سے بات چیت بند کر دیتا۔ اس کی یہ عادت بہت بری تھی کہ جب تک میں اس کی منت سماجت نہ کرتی، اس کو نہ مناتی وہ خود مجھ سے بات کرتا۔ زندگی کے سہل اور خوشیوں بھرے رستے پر بھاگتے دوڑتے ہم کالج تک آ پہنچے۔ ہمارے امتحان نزد یک ہوتے تو ہم ایک ساتھ پڑھتے اور امتحان کی تیاری کرتے۔ ہم خوب محنت سے دل لگا کر پڑھتے تھے لیکن اس بار نہ جانے اعظم کو کیا ہو گیا کہ وہ امتحان کے دنوں میں گم سم رہنے لگا۔ سبھی یہ سمجھ رہے تھے کہ اس کو پرچوں کی فکر ہے لیکن میں جانتی تھی کہ بات یہ نہیں ہے۔ بات کوئی اور تھی جو اسے تانگ کر رہی تھی۔ امتحان ختم ہونے تو ایک دن میں نے اس سے پوچھ ہی لیا۔ کیا بات ہے اعظم تم آج کل کس مسئلہ میں الجھے ہوئے ہو۔ اس نے کوئی بات نہیں، کہہ کر مجھے ٹال دیا۔ چند دنوں کے اندر اندر اس کی صحت کرنے لگی۔ اب تو سبھی گھر والوں نے محسوس کر لیا کہ اعظم کی صحت کو کوئی گھن لگ گیا ہے۔ ہر کوئی اس کے بارے پریشان تھا۔ وہ سارے اسرارانہ بستر پر پڑا رہتا۔ کسی سے بات کرتا اور نہ کھانا غیب سے گھاتا۔ امتحان ختم ہونے تو گائوں جانے کا پروگرام بن گیا۔ ہم بھی سب کے ساتھ گائوں چلے گئے۔ وہاں حویلی میں ہمارے جانے سے قبلے کا سا سماں ہو گیا۔ گائوں میں بھی کوئی میلہ تھا، دوست رشتہ دار آئے ہوئے تھے، خوب رونق تھی۔ میں خوش تھی کہ یہاں آکر اعظم کی طبیعت سنبھل گئی تھی۔ وہ آتے ہی گھر سے غائب ہو گیا۔ کافی دیر باہر رہنے کے بعد لوٹا تو ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا، بات بے بات ہنس رہا تھا۔ امی اور میں نے یہ تبدیلی خاص طور پر محسوس کی۔ اس کے چہرے پر صحت اور مسکراہٹ کے روپ میں زندگی لوٹ آئی تھی۔ مجھ کو حیرت تھی اور خوشی بھی کہ چلو کسی صورت تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ گائوں میں چھٹیوں گزار کر ہم شہر واپس آگئے۔ یہاں آکر ایک بار پھر اعظم اس نامعلوم اداسی اور پراسرار پریشانی کا شکار ہو گیا۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ میرے بھائی کے ساتھ کوئی نہ کوئی سنجیدہ معاملہ ضرور ہے۔ جب پوچھتی، ٹال دیتا تب ایک دن بے بسی سے اس کے سامنے رو پڑی۔ میرا رونا وہ نہ سہ سکا کہنے لگا۔ رونے کی کیا بات ہے؟ یہ میرا پرسنل معاملہ تھا، تم اتنی پریشان ہو تو بتائے دیتا ہوں۔ ایک لڑکی مجھے پسند ہے۔ اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن ہم تایا چچا والے رشتوں کے جال میں اس مضبوطی سے گنڈھے ہوئے ہیں کہ باہر سے شادی نہیں کر سکتے۔ جانتی ہو نا کہ کسی باہر کی لڑکی سے میری شادی ہو نا کتنی محال بات ہے، پس اس بات سے پریشان رہتا ہوں۔ سوچتا رہتا ہوں کہ کیونکر چچا کی لڑکی سے شادی کے لئے انکار کر کے صبا سے شادی کر پانوں گا۔ اس معاملے پر ابا، تایا، چچا سبھی ایک ہو کر میری گردن پکڑ کر بیٹھ جائیں گے۔ بات تو بھائی کی ٹھیک تھی، پھر بھی میں نے اس کی دلجوئی کی اور کہا۔ بس اتنی سی بات، تم فکر نہ کرو، یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔ تعلیم مکمل کر لو، وعدہ کرتی ہوں کہ تمہاری شادی تمہاری پسند کی لڑکی سے ہی کروا کر دم لوں گی۔ اچھا بتائو کہ وہ لڑکی ہے کون؟ اعظم کو میرے اس طرح کہنے سے ڈھارس ملی۔ اس نے کہا۔ اچھا! پھر یہ قصہ سنو۔ ایک دن میں گائوں گیا تو باہر گھومتے ہوئے مجھے ایک لڑکی ملی، بس اس کو دیکھتا رہ گیا۔ وہ شہری اور دیہاتی حسن کا حسین امتزاج تھی۔ وہ میرے سامنے سے گزر کر چلی گئی۔ گھر آیا تو اس کے خیالوں میں کھو گیا۔ شام کو باغ کی طرف گیا۔ دیکھا کہ وہ گئے توڑنے کی کوشش کر رہی ہے، لیکن اس سے ٹوٹ نہیں پار ہے، تب پاس جا کر پوچھا۔ کیا میں توڑ دوں؟ اس نے ہاں کہا اور ناں نہ، میں نے از خود دو چار توڑ کر اس کو دینے تو شر ما کر بھاگ گئی۔ میں نے چجازاد بھائی سے پوچھا۔ اس نے بتایا کہ میری خالہ کی بیٹی ہے، شہر میں رہتی ہے، آج کل چھٹیوں گزارنے گھر آئی ہوئی ہے۔ وہاں یہ کالج میں پڑھتی ہے، چند روز بعد واپس چلی جائے گی۔ اعظم کا اس کے بعد کئی بار صبا سے امانا سامنا ہوا لیکن وہ ہر بار اس کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتی تھی۔ اس رویے کے سبب اعظم کو یقین ہو گیا کہ صبا اس کو پسند نہیں کرتی۔ اس کا اعتماد متزلزل ہو گیا۔ اس کے اندر شکست و ریخت شروع ہو گئی۔ وہ پھر سے اداس اور پریشان رہنے لگا۔ جب کوئی اس کی پریشانی کی وجہ پوچھتا وہ اس کو کچھ نہ بنا پاتا تھا۔ اس کے مرض کا حل اب کسی کے پاس نہیں تھا اور میں دعا کرتی تھی کہ خدا ایک بار اس لڑکی کو ہم سے ملا دے تاکہ میں اپنے بھائی کے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کروں۔ ان دنوں ہم شہر میں تھے، صبا بھی شہر میں تھی، مگر ہماری ملاقات ممکن نہ تھی۔ ایک دن مجھے پتا چلا کہ وہ گائوں جارہی ہے، انہی دنوں ہم بھی گائوں جارہے تھے۔ میں خوش ہو گئی کہ چلو وہاں اس لڑکی سے ملاقات کی کوئی سبیل نکال لوں گی۔ گائوں پہنچے، جاتے ہی اعظم کھیتوں کی طرف نکل گیا۔ اتفاق کہ وہاں اس کو صبا مل گئی۔ وہ جلدی سے اس کی طرف گیا تاکہ اس موقع کو ہاتھ سے گنواے بغیر اسے دل کی بات سے آگاہ کر دے۔ اعظم کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ ٹہر گئی، بھائی نے بلا جھجک اس سے کہا۔ صبا گر تم مجھ کو پسند کرتی ہو تو بتادو کیونکہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں، اگر نہیں، تو بھی کہہ دو تاکہ میں خود کو سمجھا کر یہ خیال چھوڑ دوں۔ لڑکی نے جواب دیا۔ جو آپ کے جذبات ہیں، سمجھ لو وہی میرے بھی ہیں۔ یہ بات کہنے کے بعد اس کی حیائے اسے وہاں رکنے نہ دیا اور وہ فوراً وہاں سے چلی گئی۔ اعظم کے لئے تو اس کا انتاجواب ہی کافی تھا۔ وہ اتنا خوش گھر لوٹا جیسے اس کو زندگی کی سب سے بڑی خوشی مل گئی ہو۔ جس کی جدائی اس کو گھن کی طرح کھا رہی تھی۔ اس کے اقرار نے میرے بھائی کے مردہ تن میں پھر سے روح پھونک دی تھی۔ تاہم جو فکر اس کو ستارہ رہی تھی وہ بدستور موجود تھی بلکہ اب پہلے سے زیادہ ہو گئی تھی کہ یہ رشتہ نہیں ہونے دیا جائے گا۔ چچا

ان کے تعلقات اپنے کب چاہیں گے کہ ان کی لڑکی کا رشتہ رد کر کے ان کی سالی کی لڑکی سے رشتہ کیا جائے جبکہ سسرال والوں سے بھی اچھے نہ تھے۔ چچا نے کئی بار اپنی بیوی کی بہن یعنی صبا کی امی کی اہانت کی تھی، بھلا وہ دوسری بار کیونکر ہمارے خاندان میں لڑکی دینا پسند کر یں گے۔ اسی طرح کے خیالات ہر دم میرے بھائی کو تر پاتے رہتے تھے جبکہ میں دلا سادیتی کہ اعظم یہ تمہارا وہ ہم ہے۔ ایسا کچھ نہیں ہے اور چچی بھی اپنی بھانجی کو چاہتی ہیں۔ اگر صبا کی پسند تم سے ہوئی تو وہ مخالفت نہ کر یں گی۔ میں خود ان سے بات کر لوں گی۔ وہ اپنی بیٹی یوں بھی اپنے بھائی کے بیٹے سے بیابنا چاہ رہی ہیں۔ اعظم میری باتوں کو سن کر چپ ہو جاتا، تب میں سوچتی کہ محبت بھی کیا جذبہ ہے جو بسیرے کے لئے کوئی مقام بھی نہیں دیکھتا۔ میری اور اعظم کی روز اس موضوع پر بات ہوتی۔ وہ اس کے ذکر پر مسرور ہو جاتا۔ بھائی کو خوش دیکھ کر میرے دل سے بھی دعا نکلتی۔ خدا ان دونوں کو شادی کے بندھن میں باندھ دے اور پھر کبھی جدا نہ کرے۔ اب صبا اور اعظم کی اکثر فون پر بات ہوتی، کبھی کبھی میں بھی صبا سے بات کر لیتی تھی۔ میں اس کو اپنے بھائی کے پر خلوص جذبات کے بارے میں بتاتی تو وہ کہتی۔ یقین نہیں آتا آج کل کے دور میں بھلا کون کسی سے اتنی محبت کر تا ہے۔ اب اس جذبے میں اتنی سچائی ممکن نہیں، جتنی تم بہن بھائی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ ذرا سا بزرگوں کا دباؤ پڑے گا تو ساری محبت ہوا ہو جائے گی۔ مجھ کو صبا کے ایسے جواب سے دکھ پہنچتا۔ اسی قسم کی باتیں وہ اعظم سے بھی کرتی تھی، تب وہ بہت زیادہ پریشان ہو جاتا تھا۔ وہ تو اس کو پورے خلوص سے اپنانا چاہتا تھا، اب مستقبل میں کیا ہو نا تھا اس بارے تو کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ اعظم مگر اس بات سے تو از حد رنجور تھا کہ صبا اس کے خلوص پر شک کرتی تھی۔ اسی بات پر ایک دفعہ دونوں میں لڑائی ہو گئی۔ انہی دنوں امی بیمار ہو گئیں۔ ہم ان کی پریشانی میں پڑ گئے۔ اعظم اور میں نے کچھ دن صبا سے بات نہ کی، جس پر اس کی خفگی شدید ناراضی اور شک میں بدل گئی۔ جب اعظم نے اس سے بات کرنا چاہی، اس نے گفت و شنید کے تمام حیلے ہی تمام کر دیے۔ اب اعظم پھر سے پریشان رہنے لگا۔ میں صبا کے پاس گئی، منت سماجت کر کے اس کی غلط فہمی دور کی اور ان کی اعظم سے صلح کرانی، تب میرا ابھائی خوش گیا۔ امی کی بیماری کا سن کر صبا کی والدہ اس کو لے کر ہمارے گھر عیادت کو آئیں۔ اس روز اعظم اور صبا نے سے خوب باتیں کیں۔ اعظم پھر سے صبا پر اعتبار کرنے لگا کہ یہ دھوکا نہ دے گی۔ دو تین سال میرا انتظار کرے گی، جب تک میں تعلیم مکمل نہ کر لوں۔ مگر صبا شاید میرے بھائی سے دل لگی کر رہی تھی کہ اس کو اعظم کی محبت کا اعتبار نہ تھا۔ اس نے میرے بھائی کو مجبور کیا کہ وہ انہی دنوں اپنے والدین کو راضی کرے اور منگنی کی رسم ک والے۔ ابھی مناسب موقع نہ تھا۔ پہلے ہم نے اپنی چچی کو اعتماد میں لینا تھا۔ وہ ہم سے بہت محبت کرتی تھیں۔ وہ ضرور ہماری بات سن لیں لیکن صبا کے مجبور کرنے سے ہم نے پہلے اپنے والد سے بات کی۔ والد تو بھڑک اٹھے، انہوں نے انودیکھا نہ تائو اعظم کا نکاح، ہماری چچا زد سے کرنے کی تیاری شروع کر دی، حالانکہ وہ ہم سے سات سال بڑی تھی، وہ میرے بھائی کے جوڑ کی نہ تھی۔ بے شک وہ اچھی لڑکی تھی۔ اعظم بھی اس کی عزت کرتا تھا لیکن وہ اس کو صبا کی جگہ نہیں دے سکتا تھا۔ جب نکاح کی تاریخ رکھ دی گئی تو اعظم کی حالت غیر ہو گئی۔ کہنے لگا۔ میں نہ کہتا تھا کہ یہ رشتہ نہیں ہو سکے گا۔ یہی غم تو مجھے اندر اندر کھاتا رہا تھا۔ خدا کی کرنی ان ہی دنوں دادی جان کا انتقال ہو گیا اور نکاح ملتوی کر دیا گیا۔ اسی دوران صبا کا رشتہ کسی اچھی جگہ سے آ گیا۔ اعظم کی حالت ایسی تھی جیسے کسی نے بدن سے روح کھینچ لی ہو۔ اس نے والد سے جاکر شادی سے انکار کر دیا۔ وہ سخت خفا ہوئے مگر بھائی اپنے موقف پر ٹٹ گیا کہ میں خود سے سات سال بڑی سے شادی نہیں کروں گا۔ اس کے بعد وہ صبا سے ملا۔ کہا کہ میں نے شادی سے انکار کر دیا ہے۔ والد کی ناراضی مول لے لی ہے تو اب تم بھی انکار کر دو۔ اس نے تعاون کرنے کی بجائے بھائی سے کہا کہ جہاں میرے والدین چاہیں گے، وہاں شادی کروں گی۔ اس کے روینے سے اعظم نے اپنی بے عزتی محسوس کی۔ ادھر والد، تابا، چچا سبھی نے میرے بھائی کا جینا حرام کر ڈالا تھا۔ وہ تنہا ان سب کی بد سلو کی اور غصے کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اور اس کو تسلی دینے والا میرے سوا کوئی نہ تھا۔ البتہ واحد چچی جان تھیں جو یہ چاہتی تھیں کہ ان کی بیٹی کی شادی اعظم سے نہ ہو پائے تاکہ وہ بیٹی کو اپنے بھتیجے کی دلہن بناسکیں۔ مجھ کو لگا کہ شروع دن سے صبا میرے بھائی کے ساتھ مخلص نہ تھی، یا پھر اعظم کے حالات کو نہ سمجھ سکی، جو اس کی خاطر پورے خاندان میں برا بن گیا تھا۔ ووا اعظم کے جذباتوں پر ہی شک کرتی رہی، کہتی کہ تم بھی دوسرے سب لڑکوں کی طرح بے وفا ہو جبکہ میرے بھائی بچارے نے بے وفائی کب کی تھی؟ وہ تو اس کی خاطر خاندان میں بھرے لڑ بھڑ رہا تھا اور وہ مصر تھی کہ تم محبت کا ڈرامہ کر رہے تھے۔ خاندانی رکاوٹ تو بس ایک بہانہ ہے۔ اس نے انتظار کئے بغیر ہی محبت کے بندھن کو اتنی آسانی سے توڑ دیا۔ مجھ کو صبا کی سوچ پر بہت دکھ ہوا، جبکہ چچی نے صبا سے بھی کہا کہ جلد بازی نہ کرو میں تمہارا مسئلہ حل کرادوں گی۔ بس تھوڑا سا صبر اور انتظار کر لو مگر اس لڑکی کو نجانے کس بات کی اتنی جلدی تھی۔ صبا کی باتوں سے بھی اعظم نے حوصلہ نہ ہارا اور بڑی ہمت سے گھر والوں کا مقابلہ کیا۔ اس نے صبا کی والدہ اور بڑی بہن سے بھی بات کی کہ میں ثابت قدم ہوں، آپ میرا ساتھ دیں اور صبا کے رشتے میں جلدی نہ کریں، مگر انہوں نے ڈانٹ کر میرے بھائی کو بھگادیا۔ کہا کہ صبا کہتی ہے تم نے اس سے دل لگی کی ہے لہذا ہم صبا کی منگنی کر رہے ہیں۔ آج کے بعد ادھر کا رخ مت کرنا۔ یوں ان سب لوگوں نے مل کر میرے معصوم بھائی کو تباہی کے رستے پر ڈالا اور وہ شدید بیمار پڑ گیا۔ مایوسی نے گویا اس سے جینے کی تمنا ہی چھین لی۔ وہ اپنی تعلیم بھی جاری نہ رکھ سکا۔ جب والد صاحب نے بیٹے کی حالت دیکھی تو ان کی شفقت پوری نے بالا خر جوش مارا۔ اب ان کو احساس ہوا کہ وہ غلط کر رہے ہیں۔ انہوں نے چچا سے کہا کہ اعظم اگر اس شادی پر رضامند نہیں ہے تو یہ تمہاری بیٹی کو خوش نہ رکھ سکے گا۔ میں تمہاری لڑکی کی شادی اپنے چھوٹے بیٹے سے کئے دیتا ہوں۔ یہ فیصلہ اور بھی حیران کن تھا کیونکہ اعظم کو اعظم بھائی سے چہ برس جبکہ چچی کی بیٹی سے تیرہ برس چھوٹا تھا۔ بابا جان کے اس فیصلے سے ہم پر بجلی گر گئی۔ اعظم جو ابھی تک اپنے غم میں ڈوبا ہوا تھا اس کو ہوش آ گیا۔ والد سے کہا کہ میرے معصوم بھائی کو اپنے بھائی کی محبت کی بھینٹ نہ چڑھائیں۔ اس سے تو بہتر ہے کہ میں ہی شادی کر لوں تاکہ میرے بھائی کی زندگی تو تباہ ہونے سے بچ جائے۔ امی نے بھی زبان کھولی۔ کہا کہ میرے بونے آپ میرے معصوم بچے کے ساتھ اتنی بڑی زیادتی نہیں کر سکتے۔ اعظم کے دل پر جو گزری سو گزری مگر اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو قربانی کا بکرانہ بننے دیا۔ والد خوش ہو گئے۔ چچا کی بھی باجپیں کھل گئیں کہ اب زمین گھر میں رہے گی، بٹوارہ نہ ہو گا۔ اعظم نے خود کو قربادی کے گڑھے میں جھونک کر بھائی کا مستقبل بچالیا جو بھی صرف چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ تقدیر ہم پر پھر بھی

دلوں میں اندھیرا مہربان نہ ہوئی۔ ایک دن نہر میں نہاتے ہوئے میرا چھوٹا بھائی ڈوب گیا۔ ہمارے گھر کا چراغ گل ہوا تو بھر گیا۔ جس بھائی کی خاطر، اعظم نے اپنی زندگی دانو پر لگائی، جب وہی نہ رہا تو وہ شادی کیوں کرتا۔ اس نے منگنی توڑنے کا اعلان کر دیا اور ایک دوست کے ساتھ ملک کی سرحد سے نکل گیا۔ وہ دکھوں سے نجات چاہتا تھا لیکن یہ دکھ تو سایہ بن کر اس کے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ نجاتے کتنی صعوبتیں برداشت کر کے خشکی کے راستے ایران سے ترکی اور آگے یورپ کو نکلا۔ اس کے بعد مدتوں اس کی کوئی خبر نہ آئی۔ بالآخر پندرہ برس بعد ایک واقف کار پاکستان آیا تو اس کی زبانی پتا چلا کہ وہ ان دنوں اسپین میں ہے۔ وہاں اس نے پھول بیچے، ہوٹلوں میں کام کیا، جانے کیا کیا جن کئے پیٹ بھرنے کی خاطر۔ مسلسل حادثات کا مقابلہ کرتے کرتے اس کے اعصاب شل ہو گئے۔ برسوں بعد جب وہ وطن لوٹا تو وہ پہلے والا اعظم نہ رہا تھا، وہ بالکل بدل چکا تھا۔ اب اس کو کسی سے محبت نہ رہی تھی۔ ایک ناسمجھ اور بے وفالڑ کی کی خاطر میرا پیارا بھائی ہم سے چھن گیا اور دوسرے کو موت لے گئی اور والدین کے سد اشاور بنے والے دل ناشاد ہو گئے۔ آج اپنے خاندان کے حالات دیکھتی ہوں تو سوچتی ہوں کہ ہماری خوشیوں کو کس کی نظر لگ گئی۔ آج ہر کوئی اپنی جگہ الگ الگ زندگی بسر کر رہا ہے اور ہماری گانوں والی حویلی جو کبھی بھری پڑی اور فہمبوں کی آماجگاہ تھی، ویران پڑی ہے۔ زمانہ بھی کیسی کیسی چال چلتا ہے۔ کب کروٹ لے کر ہمارے خوابوں کے محل گرا دیتا ہے، ہم نہیں جان سکتے اور نہ ہم وقت اور زمانے کی چال کو سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن بزرگوں کو یہ ضرور سوچنا چاہئے کہ اولاد پر جبر سے کبھی کبھی خود انہی کا نقصان ہو جاتا ہے۔ اگر صبا میرے بھائی کی شروع میں بے حوصلہ افزائی نہ کرتی تو یقیناً وہ پیچھے ہٹ جاتا۔ صبا کی دل لگی نے ہمارا سب کچھ ہم سے چھین لیا۔“]